HJRS HEC Journal Recognition System
Category Y
AL-HAYAT Research Journal
Jlali Research Institute of Social Science, Lahore
ISSN (Online): 3006-4767
ISSN (Print): 3006-4759
Volume 2 Issue 2 (Jan-Mar 2025)

استشراق اور مابعد استشراق کے اُصولوں کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ

A Critical and Analytical Study of the Principles of Orientalism and Post-Orientalism

Usama Islam
MPhil Scholar, Department of Islamic Studies, Riphah International University, Islamabad
usamaislam2000@gmail.com

Dr. Muhammad Ghayas
Assistant Professor, Department of Islamic Studies, Riphah International University, Islamabad
muhammad.ghayas@riphah.edu.pk

Abstract

This research article provides a critical and analytical examination of the epistemological shift from classical Orientalism to Post-Orientalism, investigating the underlying principles that have shaped Western academic discourse on the Muslim world. It elucidates how classical Orientalism functioned not merely as a scholarly pursuit but as a Eurocentric tool for imperial domination, portraying the Orient as stagnant to justify colonial rule. While acknowledging Edward Said's pivotal role in exposing this power-knowledge nexus, the study also brings to light significant pre-Saidian critiques by scholars like A.L. Tibawi and Anouar Abdel-Malek. Furthermore, the research expands on Post-Orientalist thought by integrating Homi K. Bhabha's concepts of "mimicry" and "hybridity," alongside Gayatri Spivak's critique of "Colonial Feminism." A key finding of this study is the emergence of "Neo-Orientalism" in the post-9/11 era, arguing that contemporary discourse has transitioned from biological racism to "cultural racism," where Islamic values are deemed incompatible with modernity. The article concludes by recommending that Muslim scholars move beyond defensive apologetics and strive for the decolonization of knowledge to construct an autonomous narrative rooted in indigenous epistemologies.

Keywords: Orientalism, Post-Orientalism, Edward Said, Neo-Orientalism, Eurocentrism, Colonial Feminism, Decolonization of Knowledge, Cultural Racism

تعارف موضوع: اِستشراق محض ایک علمی روایت نہیں بلکہ مغرب کا مشرق (بالخصوص عالمِ اسلام) کو دیکھنے اور اس پر غلبہ پانے کا ایک مخصوص سیاسی و فکری نظام ہے۔ اٹھارویں صدی سے شروع ہونے والے 'کلاسیکی استشراق' نے مشرق کی ایک جامد اور منفی تصویر پیش کی تاکہ استعماری تسلط کو اخلاقی جواز فراہم کیا جاسکے۔ تاہم، ایڈورڈ سعید کی کتاب Orientalism (1978) کے بعد 'مابعد استشراق' (Post-Orientalism) کا دور شروع ہوا جس نے علم اور طاقت کے اس گٹھ جوڑ کو بے نقاب کیا۔ زیرِ نظر مقالہ اِستشراق اور مابعد اِستشراق کے اُصولوں کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ پیش کرتا ہے، اور اس تحقیقی آرٹیکل میں یہ بیان ہوا ہے کہ کس طرح پُرانے تعصبات آج 'جدید استشراق' (Neo-Orientalism) کی شکل میں نئے سانچوں میں ڈھل رہے ہیں۔

منہج تحقیق: اس تحقیقی مقالے میں 'کیفیاتی' (Qualitative) اور 'بیانی و تجزیاتی' (Descriptive-Analytical) منہج اختیار کیا گیا ہے۔ موضوع کی تفہیم کے لیے مستشرقین اور ان کے ناقدین کے بنیادی ماخذات (Primary Sources) کا مطالعہ کرتے ہوئے حقائق کو 'تنقیدی طریقہ کار' (Critical Approach) کی کسوٹی پر پرکھا گیا ہے۔

سابقہ کام کا جائزہ

کلاسیکی استشراق پر مطالعات: رابرٹ ایروِن نے اپنی معروف کتاب 'For Lust of Knowing: The Orientalists and Their Enemies' (2006) میں مغربی اِستشراق کی تاریخی تشکیل کا تفصیلی جائزہ پیش کیا اور ایڈورڈ سعید کے اِستدلال پر تنقیدی اعتراضات اُٹھائے۔[1] ایروِن کے نزدیک تمام مستشرقین کو اِستعماری منصوبے کا حصہ قرار دینا علمی دیانت

OPEN ACCESS
CC BY

کے منافی ہے، کیونکہ ان میں سے کئی محققین نے خالص علمی دلچسپی کے تحت مشرقی علوم کا مطالعہ کیا۔ اسی تناظر میں، زیکری لاکمین نے 'Contending Visions of the Middle East (2004)' میں اِستشراق کی مختلف فکری روایات کو الگ الگ شناخت دی اور ایک متوازن تاریخی بیانیہ پیش کیا۔[2]

مابعد استعماری زاویۂ نگاہ:

شادی نفیسی کی فارسی تصنیف 'تاریخ اِستشراق و سیر تحول مطالعات قرآنی در غرب (2019)' مغربی قرآنی مطالعات میں استشراقی اثرات کا تنقیدی جائزہ پیش کرتی ہے۔[3] یہ کتاب ایرانی علمی حلقوں میں غیر معمولی پذیرائی حاصل کر چکی ہے، جس کا اندازہ اس کے متعدد ایڈیشنز سے ہوتا ہے۔

اِستشراق کے اُصولوں پر مطالعات:

ابراہیم حارونا حسن نے اپنے تحقیقی مقالے 'Orientalism and Islamism: A Comparative Study of Approaches to Islamic Studies (2015)' میں اِستشراق اور اسلام پسندی کے علمی مناہج کا تقابلی تجزیہ کیا۔[4] ان کا اِستدلال ہے کہ باہمی تضاد کے باوجود، دونوں فکری دھارے بعض مقامات پر یکساں essentialist رجحانات کا اظہار کرتے ہیں۔

ایڈورڈ سعید اور مابعد استشراق پر تحقیق

ایڈورڈ سعید کے نظریات پر تحقیقی کام:

جوڈتھ نیکلسن کا McGill University سے 1993 میں پیش کیا گیا پی ایچ ڈی مقالہ 'Edward Said's Orientalism: Discourse of Power' ایڈورڈ سعید کے فکری ڈھانچے، بالخصوص فوکو کے نظریۂ discourse کے استعمال، کا گہرائی سے تجزیہ کرتا ہے۔[5] اس تحقیق نے یہ واضح کیا کہ سعید نے علمی بیانیے کو کس طرح طاقت اور سیاست سے جوڑ کر دیکھا۔

مابعد استشراق کے جدید تصورات:

حامد دباشی کی کتاب 'Post-Orientalism: Knowledge and Power in Time of Terror (2009)' نائن الیون کے بعد کے عالمی تناظر میں اِستشراق کی نئی صورتوں کا تجزیہ پیش کرتی ہے۔[6] مصنف کے مطابق، "دہشت گردی کے خلاف جنگ" کے بیانیے میں روایتی استشراقی تصورات ایک نئی شکل میں برقرار ہیں۔

تقابلی اور سوالیہ مطالعہ:

محمد عامر مزیانے کے مقالے 'Is Orientalism Islamic ? (2020)' نے ایک منفرد سوال اُٹھایا کہ آیا اِستشراق کو کسی حد تک "اسلامی" کہا جا سکتا ہے، کیونکہ بعض مستشرقین نے اسلامی تفسیری مناہج سے اِستفادہ کیا۔[7] یہ مقالہ استشراق کی تعریف پر نئی بحث کو جنم دیتا ہے۔

ادبی تنقید اور استشراق:

ٹینجیا ٹینسلے کا پی ایچ ڈی مقالہ 'Writing from the Shadowlands (2004)' اس بات کا جائزہ لیتا ہے کہ ایڈورڈ سعید کی تنقید نے cross-cultural literature پر کس طرح اثر ڈالا۔[8] اس تحقیق میں یہ سوال بھی اُٹھایا گیا ہے کہ آیا ایڈورڈ سعید نے ابتدائی بین الثقافتی ادب کو غیر منصفانہ طور پر "استشراقی" قرار دیا۔

بیان مسئلہ

اگرچہ اِستشراق اور مابعد اِستشراق پر قابلِ ذکر تحقیقی کام موجود ہے، تاہم چند بنیادی علمی خلا برقرار ہیں، جن میں اِستشراق کے اُصولوں کی منظم تدوین کا فقدان، مابعد اِستشراق پر اُردو زبان میں محدود تحقیق، غیر جانب دار اور متوازن تنقیدی مطالعے کی کمی، اور عصری عالمی تناظر بالخصوص اسلاموفوبیا، میڈیا بیانیہ اور جدید استشراق میں ان نظریات کی مطابقت کا ناکافی تجزیہ شامل ہے۔ انہی خلا کو سامنے رکھتے ہوئے زیرِ نظر تحقیق استشراق اور مابعد استشراق کے اُصولوں کی جامع اور منظم پیشکش، ایڈورڈ سعید کی تنقید کا متوازن جائزہ، اور اردو زبان میں پہلی مربوط علمی کاوش فراہم کرتی ہے، جو تاریخی اور عصری دونوں حوالوں سے اس میدان میں ایک اہم اضافہ ہے۔

حصہ اول: کلاسیکی اِستشراق کے اُصول اور ان کا تنقیدی تجزیہ

تمہید

اِستشراق (Orientalism) سے مراد مغربی یورپ کی وہ علمی، ادبی اور ثقافتی روایت ہے جس نے اٹھارویں صدی سے لے کر بیسویں صدی تک مشرق بالخصوص اسلامی دنیا کے مطالعہ اور نمائندگی کا فریضہ سرانجام دیا۔[9] یہ محض ایک علمی سرگرمی نہیں بلکہ ایک مکمل نظریاتی، ادارہ جاتی اور سیاسی منصوبہ تھا جس نے مشرق کے بارے میں مغرب کے تصورات اور پالیسیوں کو تشکیل دیا۔ کلاسیکی استشراق کے اُصول درج ذیل ہیں:

1. علم اور اقتدار کی باہمی وابستگی

اِستشراق کا سب سے بنیادی اُصول علم اور سیاسی طاقت کے درمیان گہرا رشتہ ہے۔ برنارڈ لوئس اور دیگر مستشرقین کا خیال تھا کہ علم بذاتِ خود غیر جانبدار ہے۔[10] لیکن تاریخی شواہد بتاتے ہیں کہ استشراقی علم کی تشکیل براہِ راست استعماری اقتدار کے ساتھ جڑی رہی۔ جیسا کہ مشہور مستشرق اگناز گولڈزیہر (Ignaz Goldziher) کی تحقیقات نے اسلامی روایات کو تاریخی تنقیدی طریقہ کار سے جانچا۔[11] یہ طریقہ کار بظاہر علمی معلوم ہوتا تھا لیکن اس کے پیچھے مسلمانوں کی مذہبی روایات کو غیر معقول اور فرسودہ ثابت کرنے کا مقصد کارفرما تھا۔ نپولین کی 1798 میں

مصر پر یلغار کے ساتھ جو علماء اور محققین گئے انہوں نے مصری تہذیب کے بارے میں جو معلومات اکٹھی کیں، وہ محض علمی دلچسپی کے لیے نہیں بلکہ استعماری انتظامیہ کی ضروریات کے لیے تھیں۔[12] یہ علمی کاوشیں "علم ہی طاقت ہے" کے اُصول پر قائم تھیں، جہاں مشرقی معاشروں کو جاننا ان پر قابو پانے کا ذریعہ تھا۔[13]

2. مشرق کی تخلیقی تعمیر

اِستشراق کا دوسرا بنیادی اُصول یہ تھا کہ "مشرق" کوئی حقیقی جغرافیائی یا ثقافتی اکائی نہیں بلکہ مغربی تخیل کی تخلیق ہے۔ گولڈ زیہر، برنارڈ لوئس، اور دیگر مستشرقین نے مشرق کو ایک یکساں، جامد، اور پسماندہ علاقے کے طور پر پیش کیا۔[14] یہ تصویر کشی اتنی طاقتور تھی کہ اس نے مختلف تہذیبوں، زبانوں اور ثقافتوں کو ایک ہی خانے میں ڈال دیا۔ برنارڈ لوئس نے اپنی کتابوں میں اسلام کو ایک جامد اور ناقابل تبدیلی مذہب کے طور پر پیش کیا، جو ترقی اور جدیدیت کے خلاف ہے۔[15] یہ نقطہ نظر ایک "تصوراتی جغرافیہ" (Imaginative Geography) کی تخلیق کرتا تھا جس میں مشرق ہمیشہ "دوسرا" (Other)، "غیر" اور "پسماندہ" تھا جبکہ مغرب "ترقی یافتہ"، "روشن خیال" اور "تہذیب یافتہ" تھا۔[16]

3. مشرق کی جمود پسندی اور عقلیت کی غیر موجودگی

تیسرا اہم اُصول یہ تھا کہ مشرق، خاص طور پر اسلامی دنیا، عقلی اور سائنسی ترقی سے محروم ہے۔ ارنسٹ رینان (Ernest Renan) نے سامی اقوام کے بارے میں یہ نظریہ پیش کیا کہ ان میں "تخلیقی ذہن" کی کمی ہے۔[17] اگرچہ گولڈ زیہر نے رینان کی اس تھیوری کو چیلنج کیا۔[18] لیکن مجموعی طور پر استشراقی ادب میں مسلمانوں کو عقلیت پسندی سے دور دکھایا گیا۔

برنارڈ لوئس نے اپنے مضامین میں یہ سوال اٹھایا کہ "اسلامی دنیا میں کیا غلط ہو گیا؟" (What Went Wrong)، جو اس مفروضے پر مبنی تھا کہ مسلمان کسی دور میں ترقی یافتہ تھے لیکن اب زوال پذیر ہیں اور اس کی ذمہ داری خود اسلام پر عائد ہوتی ہے۔[19] یہ نقطہ نظر مسلمانوں کی تاریخی، سیاسی اور معاشی حالات کو نظر انداز کرتا تھا اور تمام تر ذمہ داری مذہبی اور ثقافتی عوامل پر ڈالتا تھا۔

4. متن پرستی

اِستشراق کا چوتھا اہم اُصول "متن پرستی" تھا، یعنی مشرق کو محض تحریری متون کے ذریعے سمجھنا۔ ایڈورڈ سعید نے اس کی نشاندہی کرتے ہوئے لکھا کہ مستشرقین نے مشرق کو "متنی کائنات" (Textual Universe) میں تبدیل کر دیا تھا۔[20] مستشرقین قدیم عربی، فارسی اور ترکی متون کا مطالعہ کرتے تھے لیکن عصری مسلم معاشروں کی زندہ حقیقتوں سے بیگانہ رہتے تھے۔

گولڈ زیہر کی تحقیقات حدیث کے ادب پر مرکوز تھیں اور انہوں نے احادیث کی تاریخی صداقت پر سوالات اٹھائے۔[21] اگرچہ یہ تحقیقات علمی طور پر اہم تھیں، لیکن ان کا مقصد مسلمانوں کی مذہبی بنیادوں کو کمزور کرنا تھا نہ کہ ان کے ساتھ مثبت علمی مکالمہ۔

5. مشرق کی جنسی اور اخلاقی تصویر کشی

پانچواں اُصول مشرقی معاشروں کو جنسی طور پر "آزاد" یا "اخلاقی طور پر زوال پذیر" کے طور پر پیش کرنا تھا۔ یورپی فنکاروں نے مشرق کو exotic اور sensual کے طور پر پینٹ کیا، جہاں عورتوں کو حرموں میں قید اور مردوں کو جابر اور وحشی کے طور پر دکھایا گیا۔[22] یہ تصاویر حقیقت سے زیادہ مغربی تخیل کی پیداوار تھیں۔

تنقیدی تجزیہ: اِستشراق کے اُصولوں پر اعتراضات

استشراق کے اُصولوں پر درج ذیل متعدد اعتراضات کیے گئے ہیں:

پہلا اعتراض

اِستشراق نے علم کو سیاسی مقاصد کے تابع بنا دیا۔ محققین نے مقامی آوازوں کو نظر انداز کیا اور مشرقی معاشروں کو محض "مطالعہ کی شے" (Object of Study) بنا دیا نہ کہ علمی مکالمے کا شریک۔[23]

دوسرا اعتراض

مشرق کی یکساں تصویر کشی نے لاکھوں لوگوں کی متنوع شناختوں کو مٹا دیا۔ عرب، فارسی، ترک، اور جنوبی ایشیائی مسلمانوں کو ایک ہی خانے میں ڈال دیا گیا، حالانکہ ان کی تاریخ، زبانیں اور ثقافتیں بہت مختلف تھیں۔[24]

تیسرا اعتراض

اِستشراق نے مسلم معاشروں کی داخلی حرکیات، مزاحمت اور ایجنسی کو نظر انداز کیا۔ یہ تصویر کشی مسلمانوں کو غیر فعال اور محض رد عمل دینے والے کے طور پر پیش کرتی تھی۔[25]

میری رائے کے مطابق کلاسیکی مستشرقین کی علمی دیانت پر شک کرنے کے بجائے ان کے 'تناظر' (Perspective) کو سمجھنا زیادہ ضروری ہے۔ گولڈ زیہر یا برنارڈ لوئس کا بنیادی مسئلہ یہ نہیں تھا کہ ان کا علم 'غلط' تھا، بلکہ مسئلہ یہ تھا کہ ان کا منہج 'یوروسینٹرک' (یعنی انہوں نے یورپ کی آنکھ) سے دیکھا تھا۔ انہوں نے اسلام کو اسلام کے اُصولوں پر پرکھنے کے بجائے مغربی سیکولرازم کے پیمانے پر ناپنے کی کوشش کی، جو علمی طور پر ایک ناقص طریقہ کار ہے۔ اس لیے ان کی تحقیقات کو مکمل مسترد کرنے کے بجائے 'تنقیدی چھلنی' سے گزار کر استعمال کرنا ہی دانشمندی ہے۔

حصہ دوم: مابعد استشراق کے اُصول اور ان کا تنقیدی تجزیہ

اگرچہ ایڈورڈ سعید کی کتاب (Orientalism) نے اِستشراق پر تنقید کو ایک منظم اور انقلابی شکل دی، تاہم تاریخی دیانت کا تقاضا ہے کہ ان سے قبل اُٹھنے والی ان آوازوں کا بھی اعتراف کیا جائے جنہوں نے ایڈورڈ سعید کے لیے زمین ہموار کی۔ 1963ء میں مصری دانشور انور عبدالملک (Anouar Abdel-Malek) نے اپنے مشہور مقالے "Orientalism in Crisis" میں یہ نشاندہی کر دی تھی کہ روایتی مستشرقین مشرق کو ایک "مفعول" (Passive Object) سمجھتے ہیں اور یورپی خود مرکزیت (Eurocentrism) کا شکار ہیں۔[26]

اسی طرح فلسطینی مورخ اے ایل طیباوی (A.L. Tibawi) نے بھی ایڈورڈ سعید سے ایک دہائی قبل برطانوی مستشرقین کے تعصبات اور ان کے طریقہ کار کی علمی کمزوریوں پر گرفت کی تھی۔[27] لہٰذا، مابعد استشراق کی جڑیں 1978ء سے پہلے ہی پیوست ہو چکی تھیں، جنہیں ایڈورڈ سعید نے ایک وسیع تر نظریاتی فریم ورک فراہم کیا۔"

ایڈورڈ سعید کی 1978ء میں شائع ہونے والی کتاب "Orientalism" نے مغربی علمی دنیا میں طوفان برپا کر دیا۔ ایڈورڈ سعید، جو خود فلسطینی نژاد امریکی دانشور تھے، انہوں نے اِستشراق کی پوری روایت کو نظریاتی، نسلی اور سیاسی تعصبات کا مجموعہ قرار دیا۔[28] ان کی تنقید نے (مابعد استعماریات) کے نظریے کی بنیاد رکھی جو آج تک تنقیدی مطالعات کا اہم حصہ ہے۔

مابعد استشراق کے اُصول مندرجہ ذیل ہیں:

1. علم اور اقتدار کے درمیان لازم و ملزوم رشتہ

ایڈورڈ سعید نے مشیل فوکو (Michel Foucault) کے "discourse" کے تصور کو استعمال کرتے ہوئے یہ دلیل دی کہ اِستشراقی علم اور اِستعماری طاقت لازم و ملزوم ہیں۔[29] ایڈورڈ سعید نے لکھا کہ مستشرقین نے جو علم پیدا کیا وہ محض حقائق کا مجموعہ نہیں تھا بلکہ ایک "power/knowledge" کا نظام تھا، جس نے مشرقی معاشروں پر تسلط کو جائز ٹھہرایا۔[30]

ایڈورڈ سعید کے مطابق، اِستشراق نے مغربی اِستعمار کے لیے نظریاتی جواز فراہم کیا: "Orientalism is a Western style for dominating, restructuring, and having authority over the Orient"[31] یہ محض علمی سرگرمی نہیں تھی بلکہ ایک سیاسی منصوبہ تھا جس نے مشرق کو کمتر اور قابل تسخیر کے طور پر پیش کیا

2. تصوراتی جغرافیہ کی تخلیق :

ایڈورڈ سعید نے یہ ثابت کیا کہ "مشرق" کوئی حقیقی جغرافیائی یا ثقافتی وجود نہیں رکھتا بلکہ یہ مغربی تخیل کی تخلیق ہے۔[32] ایڈورڈ سعید نے لکھا کہ مغرب نے مشرق کو اپنے مخالف کے طور پر تخلیق کیا تاکہ اپنی برتری اور شناخت قائم کر سکے۔ یہ "Self/Other" کی binary opposition تھی جس میں مغرب خود کو معقول، ترقی یافتہ اور تہذیب یافتہ دیکھتا تھا جبکہ مشرق کو غیر معقول، پسماندہ اور وحشی۔[33]

ایڈورڈ سعید نے اس "imaginative geography" کی مثالیں دیں جہاں گستاو فلوبرٹ (Gustave Flaubert) اور دیگر یورپی مصنفین نے مصر اور مشرق کو "exotic" اور جنسی طور پر کھلے معاشرے کے طور پر پیش کیا۔[34] یہ تصاویر حقیقت سے زیادہ مغربی تخیلات کی عکاسی تھیں۔

3. اِستعماری نسائیت

مابعد اِستشراق کے تناظر میں صنف (Gender) اور اِستعمار کا باہمی تعلق انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ مشہور مابعد نوآبادیاتی مفکر گایتری سپواک (Gayatri Spivak) نے اپنے مشہور مضمون میں اِستعماری ذہنیت کی عکاسی کرتے ہوئے ایک کلیدی جملہ لکھا کہ استعمار دراصل "سفید فام مردوں کا بھوری عورتوں کو بھورے مردوں سے بچانے" (White men saving brown women from brown men) کا ایک ڈرامہ تھا۔[35]

گایتری سپواک کے مطابق، استشراقی بیانیے میں مسلم یا مشرقی عورت کو ہمیشہ "مظلوم" اور مشرقی مرد کو "ظالم" بنا کر پیش کیا گیا تاکہ مغربی مداخلت کو اخلاقی جواز فراہم کیا جا سکے۔ لیلیٰ احمد (Leila Ahmed) نے بھی اپنی تحقیق میں ثابت کیا کہ کس طرح نوآبادیاتی دور میں حجاب اور خواتین کے حقوق کو سیاسی ہتھیار کے طور پر استعمال کیا گیا، جسے آج 'استعماری نسائیت' (Colonial Feminism) کا نام دیا جاتا ہے۔"[36]

4. Latent اور Manifest اِستشراق

ایڈورڈ سعید نے اِستشراق کو دو حصوں میں تقسیم کیا: "Latent Orientalism" اور "Manifest Orientalism"۔[37]

ایک "Latent Orientalism" وہ بنیادی مفروضات اور تعصبات ہیں جو مستشرقین کے ذہنوں میں موجود تھے، جیسے یہ کہ مشرق جامد ہے، مسلمان غیر معقول ہیں، اور مشرقی تہذیبیں مغربی تسلط کی محتاج ہیں۔

دوسرا "Manifest Orientalism" وہ واضح پالیسیاں، ادارے اور تحریریں ہیں جن میں یہ مفروضات ظاہر ہوئے، جیسے اِستعماری پالیسیاں، یونیورسٹیوں میں محکمہ جات، اور اِستشراقی ادب۔

ایڈورڈ سعید نے دکھایا کہ یہ دونوں پہلو ایک دوسرے کو تقویت دیتے تھے اور اس طرح ایک مکمل نظام تشکیل پاتا تھا۔[38]

5. Worldliness متن اور سیاق کا رشتہ

ایڈورڈ سعید نے "worldliness" کا تصور پیش کیا جس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی بھی متن یا علمی کام اپنے سیاسی، معاشی اور سماجی سیاق سے علیحدہ نہیں ہو سکتا۔[39] مستشرقین کی تحریریں محض علمی نہیں تھیں بلکہ ان کے پیچھے سامراجی مفادات کارفرما تھے۔

ایڈورڈ سعید نے یہ بھی واضح کیا کہ استشراقی متون میں "textual affiliations" موجود ہیں، یعنی ہر نیا مستشرق پہلے مستشرقین کی روایت کو آگے بڑھاتا ہے اور اسی استشراقی discourse کا حصہ بن جاتا ہے۔[40]

6. مزاحمت اور تبدیلی کی امکانیت

ایڈورڈ سعید کا ایک اہم اُصول یہ تھا کہ اِستشراقی تسلط مکمل یا ناقابل شکست نہیں ہے۔ [41] مشرقی لوگوں نے ہمیشہ اِستشراقی تصویر کشی کے خلاف مزاحمت کی ہے اور اپنی شناختوں کو از سر نو تعمیر کیا ہے۔ایڈورڈ سعید نے اُمید ظاہر کی کہ "unlearning " کے عمل سے مشرق/مغرب کی تقسیم کو ختم کیا جاسکتا ہے اور ایک زیادہ منصفانہ علمی مکالمہ قائم ہو سکتا ہے۔ [42]

7. ہومی بھابا کے نظریات

"ایڈورڈ سعید کے بنیادی مقدمے میں مزید وسعت ہومی بھابا(Homi K. Bhabha) نے پیدا کی، جو مابعد اِستشراق کے اہم ترین ستون سمجھے جاتے ہیں۔ بھابا نے "Mimicry" (نقل) اور "Hybridity" (دوغلا پن/امتزاج) کے تصورات پیش کیے۔ ان کا استدلال ہے کہ اِستعماری نظام کبھی بھی مکمل طور پر کامیاب نہیں ہوتا کیونکہ محکوم قوم جب حاکم کی نقل (Mimicry) کرتی ہے تو وہ 'تقریباً ویسی ہی، مگر مکمل ویسی نہیں' (Almost the same, but not quite) ہوتی۔ [43] یہ کیفیت اِستعماری آقا کے لیے خطرے کا باعث بنتی ہے کیونکہ یہ ان کی انفرادیت اور خالص ہونے کے دعوے کو رد کرتی ہے۔ یوں مابعد استشراق محض 'مغرب بمقابلہ مشرق' کی سادہ تقسیم نہیں رہتی بلکہ یہ نفسیاتی اور ثقافتی پیچیدگیوں (Ambivalence) کا مطالعہ بھی بن جاتی ہے۔"

8. سیکولر نقد اور اہل علم کی ذمہ داری

ایڈورڈ سعید نے دانشوروں کو "secular criticism " کی طرف بلایا، یعنی ایسی تنقید جو مذہبی یا نظریاتی "dogmas" سے آزاد ہو۔ [44] انہوں نے کہا کہ دانشوروں کی ذمہ داری ہے کہ وہ اقتدار کے سامنے سچ بولیں (speak truth to power) اور استعماری اور استشراقی discourse کو چیلنج کریں۔

تنقیدی تجزیہ: مابعد استشراق پر اعتراضات

ایڈورڈ سعید کی تنقید نے بہت زیادہ اثر ڈالا لیکن اس پر بھی مندرجہ ذیل اعتراضات کیے گئے:

پہلا اعتراض– Homogenization

برنارڈ لوئس اور دیگر محققین نے کہا کہ سعید نے خود بھی تمام مستشرقین کو ایک ہی لاٹھی سے ہانکا۔ [45] گولڈ زیہر جیسے محققین نے مخلصانہ علمی کاوشیں کیں اور انہیں استعماری ایجنٹ قرار دینا ناانصافی ہے۔

دوسرا اعتراض- جرمن استشراق کو نظر انداز کرنا

رابرٹ ایروِن (Robert Irwin) نے کہا کہ ایڈورڈ سعید نے برطانوی اور فرانسیسی اِستشراق پر توجہ مرکوز کی جبکہ جرمن اِستشراق کو نظر انداز کیا، حالانکہ جرمنی کی کوئی سامراجی سلطنت مشرق میں نہیں تھی۔ [46]

تیسرا اعتراض-ایجنسی کی کمی

ایجاز احمد اور دیگر نے کہا کہ ایڈورڈ سعید نے مشرقی لوگوں کو محض مظلوم کے طور پر پیش کیا اور ان کی داخلی مزاحمت اور تخلیقیت کو کم اہمیت دی۔ [47]

چوتھا اعتراض- Theoretical Inconsistencies

کچھ نقادوں نے کہا کہ ایڈورڈ سعید نے فوکو کے نظریات کو استعمال کیا لیکن خود ہیومنزم کی بات کی، جو تضاد ہے۔ [48]

مابعد اِستشراق کی مباحث کا تجزیہ کرنے کے بعد میرا استدلال یہ ہے کہ ایڈورڈ سعید نے استشراق کا پوسٹ مارٹم تو بہترین کیا، لیکن انہوں نے انجانے میں دنیا کو دوبارہ 'مغرب بمقابلہ مشرق' (Us vs Them) کی اسی ثنویت (Binary) میں تقسیم کر دیا جس کے وہ خود خلاف تھے۔ مزید برآں، یہ بیانیہ سارا زور 'مغرب پر تنقید' پر لگاتا ہے اور خود مسلمانوں کی 'ایجنسی' (Agency) یعنی ان کے اپنے عمل اور کوتاہیوں کو نظر انداز کر دیتا ہے۔ ہمیں مغرب کو کوسنے کے ساتھ ساتھ اپنے داخلی علمی جمود کا بھی بے لاگ جائزہ لینا ہوگا۔

حصہ سوم: تقابلی تجزیہ اور نتائج

اِستشراق اور مابعد اِستشراق میں بنیادی فرق

اِستشراق اور مابعد اِستشراق کے درمیان بنیادی فرق یہ ہے کہ اَستشراق نے مشرق کو "معروضی طور پر" سمجھنے کا دعویٰ کیا جبکہ مابعد اِستشراق نے یہ ثابت کیا کہ تمام علم سیاسی اور نظریاتی سیاق میں پیدا ہوتا ہے۔ [49]

اِستشراق نے مشرق کو غیر فعال "مطالعہ کی شے" بنایا جبکہ مابعد اِستشراق نے مشرقی آوازوں کو بحال کرنے اور ان کی ایجنسی کو تسلیم کرنے کی کوشش کی۔

جدید اِستشراق (Neo-Orientalism)

"اکیسویں صدی میں، بالخصوص نائن الیون کے بعد، استشراق نے ایک نیا رُخ بدلا ہے جسے ماہرین 'جدید استشراق' کا نام دیتے ہیں۔ اگرچہ کلاسیکی استشراق زیادہ تر 'حیاتیاتی نسل پرستی' (Biological Racism) پر مبنی تھا، لیکن موجودہ دور میں یہ 'ثقافتی نسل پرستی' (Cultural Racism) کی شکل اختیار کر گیا ہے۔ ڈیگ ٹوآسٹیڈ (Dag Tuastad) اپنی تحقیق میں بتاتے ہیں کہ 'نیو اور ینٹلزم' اب مشرقیوں کو نسلی طور پر کمتر نہیں کہتا، بلکہ یہ دلیل دیتا ہے کہ ان کی ثقافت اور اَقدار (Cultural Values) جمہوریت اور جدیدیت سے مطابقت نہیں

رکھتیں۔[50] یہ بیانیہ آج کل اسلام فوبیا اور دہشت گردی کے خلاف جنگ میں شدت سے استعمال ہو رہا ہے، جہاں سیاسی تنازعات کی جڑیں مسلمانوں کی ثقافت میں تلاش کی جاتی ہیں نہ کہ معروضی سیاسی حقائق میں۔"

عصرِ حاضر کے حالات کا جائزہ لینے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ نائن الیون کے بعد اِستشراق ختم نہیں ہوا بلکہ 'جدیدیت' اور 'آزادی' کے پردے میں چھپ گیا ہے۔ میرا تجزیہ یہ ہے کہ آج کا 'جدید استشراق' پرانے استشراق سے زیادہ خطرناک ہے، کیونکہ پُرانا استشراق 'واضح دشمنی' پر مبنی تھا جبکہ نیا استشراق 'اصلاح اور ہمدردی' کے لبادے میں ثقافتی یلغار کر رہا ہے۔ آج جنگ علاقے قبضے میں لینے کی نہیں بلکہ 'ذہن' تسخیر کرنے کی ہے، جس کا مقابلہ صرف جذباتی نعروں سے نہیں بلکہ ٹھوس علمی بنیادوں پر ہی ممکن ہے۔

نتائجِ تحقیق

اس تحقیقی مطالعے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اِستشراق محض مشرقی زبان و ثقافت کے معروضی مطالعے کا نام نہیں، بلکہ یہ طاقت اور علم کے باہمی گٹھ جوڑ (Power-Knowledge Nexus) پر مبنی ایک سیاسی آلہ رہا ہے جس نے نوآبادیاتی تسلط کو اخلاقی جواز فراہم کرنے کے لیے مشرق کی ایک مسخ شدہ اور جامد تصویر پیش کی۔ تحقیق یہ واضح کرتی ہے کہ ایڈورڈ سعید کی تاریخی تنقید سے قبل انور عبدالملک اور طیباوی جیسے علماء اس استعماری بیانیے کے تضادات کو بے نقاب کر چکے تھے، جبکہ بعد ازاں گایتری سپواک اور ہومی بھابھا نے اس مبحث میں صنف (Gender) اور نفسیاتی مماثلت (Mimicry) کے پیچیدہ پہلوؤں کو اُجاگر کر کے یہ دکھایا کہ اِستعماریت صرف سیاسی قبضہ نہیں بلکہ ایک گہری ثقافتی اور ذہنی یلغار بھی ہے۔

مزید برآں، یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچتی ہے کہ نائن الیون کے بعد کلاسیکی اِستشراق ختم نہیں ہوا بلکہ 'جدید استشراق' کے قالب میں ڈھل کر اب حیاتیاتی نسل پرستی کے بجائے 'ثقافتی برتری' کے زعم میں مبتلا ہے۔ لہٰذا، مسلم دنیا کے لیے ناگزیر ہے کہ وہ مغربی بیانیے کے محض ردِ عمل تک محدود رہنے کے بجائے اپنی علمی روایت اور اصل ماخذات کی 'ڈی کالونائزیشن' کے ذریعے ایک خود مختار اور متبادل بیانیہ تشکیل دے، شکریہ۔

سفارشات

اس تحقیق کے تناظر میں درج ذیل سفارشات پیش کی جاتی ہیں:

متبادل بیانیہ: مسلم محققین محض مدافعانہ رویے (Apologetics) کے بجائے اسلام کے سماجی و سیاسی نظام پر مبنی اپنا خود مختار بیانیہ تشکیل دیں جو مغربی پیراڈائم کا محتاج نہ ہو۔

ماخذات کی بازیافت: اپنی تاریخ اور روایت کو مستشرقین کی عینک سے دیکھنے کے بجائے بنیادی ماخذ (Primary Sources) سے رجوع کیا جائے اور مسلم تاریخ کی "ڈی کالونائزیشن" کی جائے۔

مغرب شناسی (Occidentalism): مغرب کے فکری حملوں کا جواب دینے کے لیے "مغرب شناسی" کو بطورِ علم اپنایا جائے اور مغربی افکار و تاریخ کا تنقیدی و تحقیقی مطالعہ کیا جائے۔

سماجی علوم میں مہارت: جدید سماجی علوم (Social Sciences) میں مہارت حاصل کی جائے تاکہ استشراقی بیانیے کا انہی کی علمی اصطلاحات اور منطق میں موثر اور مدلل رد کیا جا سکے۔

صنفی مباحث پر تحقیق: "جدید استشراق" کے ثقافتی یلغار کا مقابلہ کرنے کے لیے صنف (Gender) اور انسانی حقوق کے موضوعات پر اسلامی تناظر میں تحقیقی کام کو ترجیح دی جائے۔

---

[1] Irwin (2006) - For Lust of Knowing
[2] Lockman (2010) - Contending Visions
[3] Nafīsī – (2025) Persian book
[4] Hassan (2015) - Journal Article
[5] Nechamkin (1993) - Master's Thesis
[6] Dabashi (2009) - Post-Orientalism
[7] Meziane (2020) - Journal Article
[8] Tansley (2004) - PhD Dissertation
[9] :Edward W. Said, Orientalism (New York: Pantheon Books, 1978), 1-3.
[10] Bernard Lewis, "The Question of Orientalism," The New York Review of Books, June 24, 1982.
[11] Ignaz Goldziher, Muslim Studies, trans. C. R. Barber and S. M. Stern, vol. 2 (London: George Allen and Unwin, 1971), 17-44.
[12] Timothy Mitchell, Colonising Egypt (Berkeley: University of California Press, 1988), 95-127.
[13] Said, Orientalism, 32-33.
[14] Zachary Lockman, Contending Visions of the Middle East: The History and Politics of Orientalism (Cambridge: Cambridge University Press, 2004), 43-68.
[15] Bernard Lewis, What Went Wrong? Western Impact and Middle Eastern Response (Oxford: Oxford University Press, 2002), 3-6.
[16] Said, Orientalism, 54-55.

[17] Ernest Renan, "Islam and Science," in The Poetry of the Celtic Races and Other Studies, trans. William G. Hutchison (London: Walter Scott, 1896), 84-108.
[18]Goldziher, Muslim Studies, vol. 1, 201-208.
[19] Lewis, What Went Wrong?, 151-159.
[20] Said, Orientalism, 92.
[21] Goldziher, Muslim Studies, vol. 2, 126-154.
[22] Linda Nochlin, "The Imaginary Orient," Art in America 71, no. 5 (1983): 118-131.
[23] Said, Orientalism, 20-21.
[24] Lockman, Contending Visions, 182-210.
[25]Said, Orientalism, 108.
[26] Anouar Abdel-Malek, "Orientalism in Crisis," Diogenes 11, no. 44 (1963): 103–40.
[27] A. L. Tibawi, "English-Speaking Orientalists: A Critique of Their Approach to Islam and Arab Nationalism," The Muslim World 54, no. 1 (1964): 25–45.
[28] Edward W. Said, Orientalism, 25th anniversary edition (New York: Vintage Books, 2003), xv-xx.
[29] Said, Orientalism (1978), 3.
[30] Ibid., 12.
[31] Ibid., 3.
[32] Ibid., 5.
[33] Ibid., 43.
[34] Ibid., 186-190.
[35] Gayatri Chakravorty Spivak, "Can the Subaltern Speak?" in Marxism and the Interpretation of Culture, ed. Cary Nelson and Lawrence Grossberg (Urbana: University of Illinois Press, 1988), 296.
[36] Leila Ahmed, Women and Gender in Islam: Historical Roots of a Modern Debate (New Haven: Yale University Press, 1992), 151–55.
[37] Ibid., 206.
[38] Ibid., 222.
[39]Edward W. Said, The World, the Text, and the Critic (Cambridge, MA: Harvard University Press, 1983), 4-5.
[40] Said, Orientalism (1978), 20.
[41]Ibid., 328.
[42] Edward W. Said, Culture and Imperialism (New York: Knopf, 1993), 336-337.
[43] Homi K. Bhabha, The Location of Culture (London: Routledge, 1994), 85–92.
[44] Said, The World, the Text, and the Critic, 1-30.
[45] Bernard Lewis, "The Question of Orientalism," The New York Review of Books, June 24, 1982.
[46] Robert Irwin, Dangerous Knowledge: Orientalism and Its Discontents (Woodstock, NY: Overlook Press, 2006), 277-312.
[47] Aijaz Ahmad, In Theory: Classes, Nations, Literatures (London: Verso, 1992), 159-219.
[48] James Clifford, "On Orientalism," in The Predicament of Culture: Twentieth-Century Ethnography, Literature, and Art (Cambridge, MA: Harvard University Press, 1988), 255-276.
[49]Said, Orientalism (1978), 326-327.
[50] Dag Tuastad, "Neo-Orientalism and the New Barbarism Thesis: Aspects of Symbolic Violence in the Middle East Conflict(s)," Third World Quarterly 24, no. 4 (2003): 591–99.

CC BY